مطبوعات

(ادارہ)

پیغمبرانہ دعائیں: از جناب ڈاکٹر خالد علوی، شعبہ اسلامیات، پنجاب یونیورسٹی، نیوکیمپس، لاہور، ناشر: انسٹیٹیوٹ آف اسلامک اسٹیڈیز۔ طابع اور سٹاکسٹ: ادارہ ادب اسلامی وحدت روڈ، لاہور۔ قیمت درج نہیں۔ کاغذ ہلکا، کتابت بھی درجہ اول کی نہیں۔ دبیز رنگین سرورق۔

خدا کے بندوں کی روح کردار ایمان اور خدا سے ذریعہ ربط دعا ہے۔ دعا جو تمام عبادات کا لازمی حصہ ہے (الدعا مخ العبادہ) اور دعا جس کے کلمات میں آدمی کے ایمانی جذبات لفظوں کی صورت اختیار کرکے خود اس پر بھی اس کے باطن کو منکشف کرتے ہیں، اور خدا سے محبت کے رشتے کو بھی استوار کرتے ہیں۔ سچا خدا پرست ہر لحہ ہر معاملے میں دعا کا سہارا لیتا ہے اور اس سے تقویت حاصل کرتا ہے، نیز خدا کی عنایات خاص سے دنیا و آخرت کی بھلائی کا حصہ پاتا ہے۔

خدا کے انبیاء علیہم السلام نے مختلف حالات و ضروریات میں، خدا سے جو دعائیں بہترین ایمانی جذبات اور بہترین الفاظ کے ساتھ کی ہیں، جن میں سے بیشتر در اجابت سے گزر کر مرتبہ قبولیت کو پہنچیں، ان کو خود اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں شامل کر دیا ہے۔

اس کتاب کے مقدمے میں اور مختلف ابواب کی توضیحات میں صحیح نقطۂ نظر کے ساتھ دعا کی اہمیت، آدابِ دعا، قبولیت کی شرائط وغیرہ موضوعات پر ایمان افروز اور شعور آفریں حقائق بیان کیے گئے ہیں۔ ہر دعا کے ساتھ اور ہر دعائیہ حقیقت کے ساتھ حوالہ درج ہے۔

اولاً یہ کتاب برطانیہ کی مسلم کمیونٹی کے لیے لکھی گئی تھی، مگر اب پاکستان اور دوسرے

علاقوں کے اردو داں طبقوں کے لیے زیادہ وسیع انداز سے پیش کی جا رہی ہے۔

ڈاکٹر صاحب جذبہ ایمانی' مطالعہ اسلام' شوق خدمت اسلام' شستہ گفتاری اور شائستہ کرداری جیسی خوبیوں سے آراستہ ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کی مرتبہ کتاب کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

(ن - ص)

قرآنی اور مسنون دعائیں: تدوین و تحقیق از سید شبیر احمد' ترتیب و تہذیب از ڈاکٹر محمد علی زرقاء' ناشر: "قرآن آسان تحریک" (رجسٹرڈ)' ۱۳-اے' ۲ ایجوکیشن ٹاؤن' وحدت روڈ لاہور (کوڈ ۵۴۵۷۰) - قیمت حسبِ حیثیت۔

سیّد شبیر احمد جو ایک مدت تک ادارۂ معارفِ اسلامی (منصورہ) میں کام کرتے ہوئے اپنی شفقتوں سے نوازتے رہے' انھیں میں نے ایک عرصہ تک سچے دینی جذبے سے ایسے چھوٹے چھوٹے کتابچے اور مفید لٹریچر مرتب کرتے ہوئے دیکھا جو آسان زبان میں خواص و عوام سب کے لیے ایمان کے آبیاری کرنے والا ہے۔ مثلاً ایک چیز انہوں نے مرتب کی "حرز اعظم" جو سائز کے لحاظ سے جیبی ہے اور اس میں قرآن کی ایسی منتخب آیات و عبارات مع ترجمہ پیش کی گئی ہیں کہ ان کا روزانہ یا وقتاً" فوقتاً" وظیفہ (باقاعدہ مطالعہ) کیا جائے کہ مصائب اور پریشانیوں میں حرز اعظم سے بڑا سہارا ملتا ہے۔ پھر موصوف نے ایک نئے انداز سے سورۃ بقرہ کا ترجمہ پیش کیا۔ اب دعاؤں کی یہ کتاب ہمارے سامنے ہے۔

اس میں قرآنی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسنون دعائیں جمع کی گئی ہیں۔ پیش لفظ' مشورے اور ہدایات' دعا اور فضیلت دعا' آدابِ دعا' قبولیتِ دعا کے اوقات' وہ لوگ جن کی دعا جلد قبول ہوتی ہے' قبولیتِ دعا کے مقامات' ذکرِ الٰہی اور فضیلتِ ذکر' نبی کریم پر صلوۃ و سلام میں بہت ہی قیمتی اور مستند معلومات بہ سلسلۂ دعا جمع کی گئی ہیں۔ انداز سادہ مگر عالمانہ ہے۔ پھر قرآنی دعائیں اور مسنون دعائیں درج کی گئی ہیں۔ آخر میں اسی حرزِ اعظم جس کا ذکر میں نے پہلے کیا ہے۔

تقویت ایمان اور تسکین دل کے لیے یہ جیبی سائز کا کتابچہ ۲۵۶ صفحات کا ہے اور طباعتی لحاظ سے بہت اچھا۔ اندازاً" سائز ۳/۴ ۵" x ۱/۴ ۴" ہوگا۔ (ن - ص)

دعا: از عرفان حسن صدیقی ایڈمنسٹریٹر فضل سلمان ٹرسٹ۔ ناشر: فیروز سنز لاہور۔ کاغذ بہت سفید نہیں۔ طباعت کمپیوٹر سسٹم سے، صفحات ۱۶۰۔ جلد مضبوط و رنگین' ڈیزائن دار۔ قیمت ۷۵ روپے۔

نوجوان مؤلف عزیز بھی ہیں اور جناب صفدر حسن صدیقی کے فرزند بھی۔ انہوں نے اپنے دل و دماغ کی زیادہ تر خود ہی تربیت کی اور اسلام کو محور و مقصد بنا لیا۔ اپنی ہی کاوش و محنت سے انہوں نے قرآن سے مختلف موضوعات پر آیات جمع کر کے ان کے حوالے دیے ہیں۔ مثلاً اس کتاب "دعا" میں انہوں نے قرآن سے تمام وہ آیات مع ترجمہ و حوالہ اس کتاب میں ترتیب وار اور مختلف ابواب میں جمع کردی ہیں جو دعا سے متعلق ہیں۔ شروع میں تصور دعا اور تصور عبادت اور چند دوسری بنیادی حقیقتوں کو واضح کیا گیا ہے۔ باب (۱) سے (۱۷) تک دعا کے متعلق اصولی باتیں بحوالہ قرآن درج ہیں۔ پھر آگے ہر باب میں خاص خاص عنوانات کے تحت دعائیں مع ترجمہ درج ہیں۔ اس نوجوان نے تفاسیر و تراجم سے استفادہ کر کے بہت ہی اچھے تراجم پیش کیے ہیں اور کہیں کہیں تشریح بھی۔

بظاہر کتاب انڈکس معلوم ہوتی ہے مگر پڑھیں تو ہر صفحہ نیابت حقائق اور دلچسپ معلومات لیے آپ کے سامنے آتا ہے۔

عجیب تماشا ہوا کہ یہ نوجوان ایک طرف کئی لاکھ کی بجری کسی سرکاری ضرورت کے لیے فراہم کرتا رہا اور دوسری طرف قرآن سے گل چینی کا مشغلہ بھی جاری رکھا۔ بجری کی قیمت تو ڈوب گئی' مگر قرآنی پھولوں کے چمن آراستہ ہو گئے۔ دعا کے بعد شاید عدل اور دوسرے موضوعات پر کام کیا جا چکا ہے۔

اس کتاب میں جناب تبسم علی چیئرمین فضل سلمان ٹرسٹ رجسٹرڈ کی تحریر شروع میں اور مرزا محمد منور کی "تقریر" آخر میں شامل کی گئی ہے۔ اول آخر دونوں درست۔ بیچ میں میرے لکھے ہوئے ۲ صفحے بھی شامل ہیں جن کا مقصد اس نیک کام سے ہلکا سا تعلق پیدا کر کے حصول ثواب ہے۔ (ن - ص)

علمائے اسلام: تصنیف مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحم اللہ' اشاعت دوم' بہ تدوین نواز جناب طالب الہاشمی۔ ناشر: نذیر احمد سبحانی ' سبحانی اکیڈمی' اردو بازار لاہور۔ سفید کاغذ متوسط کتابت' دبیز رنگین سرورق۔ قیمت ۴۵ روپے۔

مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کی شخصیت فروغ علم اور خدمت دین و ملت کے پرزور رجحانات کا ایک اچھلتا فوارہ تھی۔ وہ اس دور کی رونق تھے جب ایک طرف آزادی کی مساعی اور دوسری طرف احیائے ملت کی تحریکات کی وجہ سے ہر صاحب علم اور مفکر ان معرکوں میں اپنا اپنا حصہ ادا کر رہا تھا۔ مولینا سیالکوٹی بھی اپنی جلالی طبیعت کے ساتھ خطابت کی قوت سے بہت کام لیتے۔ انہوں نے تحریک پاکستان کا ساتھ دیا۔ درس قرآن بھی دیتے۔ مولانا اسحق بھٹی کی روایت کے مطابق مولینا سیالکوٹی نے تراسی تصانیف اپنی یادگاریں چھوڑیں۔ جن میں ۸۰ کی فہرست پیش کر دی گئی ہے۔ علاوہ ازیں رسالہ ہادی اور الھدیٰ کی جلدیں اور دوسرے بے شمار متفرق مضامین بھی ان کا علمی ورثہ ہیں۔ یہ کتاب جو سامنے ہے۔ اس کا اصل نام **احکام المرام با حیاء ما ثر علما الاسلام** تھا۔ اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۰۶ء میں شائع ہوا۔ اب دوسرا ایڈیشن طالب الہاشمی کے پر خلوص جذبہ خدمت حق اور ولولہ اعزاز علمائے اسلام کے زیر اثر ۸۶ سال بعد شائع ہو رہا ہے۔

اس کتاب کی اہمیت یہ ہے کہ اس میں ایک باب ذخیرہ حدیث بعنوان صحاح ستہ کو چھوڑ کر بقیہ ۲۱ مضامین نامور علماء و فقہا کے ہیں۔ ان علماء میں وہ ہستیاں بھی ہیں جنہیں اہل حدیث حلقے خصوصی اہمیت دیتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ ائمہ اربعہ کے علاوہ اور بھی ایسے بزرگ ہیں جن کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جملہ علما کے سوانح اور علمی مرتبے اور ان کے کارناموں کو بیان کیا گیا ہے۔

کیا حیرت انگیز نمونہ ہے کہ اپنا خاص مسلک رکھتے ہوئے انہوں نے ائمہ اربعہ اور ان کے بعد کے فقہائے نامور کے لیے ایسی تحسین آمیز زبان لکھی ہے کہ آدمی آج کل کے فرقہ وارانہ تعصبات کو دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے۔ میر صاحب کے ہاں امام ابن تیمیہ اور عبداللہ بن مبارک کی جس طرح قدر ہے' اسی طرح امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام برہان الدین (صاحب ہدایہ) کے ساتھ دوسرے علماء و فقہا کی منزلت ہے۔

کاش کہ فقہی مسلکوں پر لڑنے والے حضرات اور ان کے گروہ اس نمونہ خوشنما سے سبق لیں۔ مولینا محمد اسحق بھٹی کا طویل' عریض اور عمیق مقدمہ بڑا معلومات افزا اور جناب مولینا ابراہیم میر سیالکوٹی کی شخصیت کے نہایت اہم اور دلچسپ پہلوؤں کا عکاس ہے۔ (ن - ص)

رفیق منزل (خاص نمبر): ماہانہ رسالہ' مدیر جناب طارق فار قلیط فلاحی۔ چندہ سالانہ ۴۵ روپے' فی شمارہ ۴ روپے۔ زیر نظر اشاعت خاص بہ عنوان مولینا ابواللیث

اصلاحی مرحوم۔ حیات و خدمات۔ سابق امیر جماعت اسلامی ہند۔ صفحات ۲۰۸' کاغذ نیوز' سرورق رنگین مع تصویر مولینا ابو اللیث اصلاحی۔ قیمت خاص نمبر ۱۵ روپے۔
پتہ: ۲۳۰ ابوالفضل ا-انکلیتو' جامعہ نگر' اوکھلا' نئی دہلی ۲۵' مالی امور کے لیے "رفیق منزل" نئی دہلی ۲۵-انڈیا۔

وقت کے چیلنج بالعموم بعض نمایاں شخصیتوں کا رتبہ گھٹا دیتے ہیں' اور بعض نئے رجال کار کو ابھار کر آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر دیتے ہیں۔ خاص طور سے دینی دائرے میں اور مزید امتیازی طور پر تحریکات اسلامی کے حلقوں میں یہ منظر بار بار دیکھا کہ آسمان تاریخ پر نئے نئے چاند اور نئے نئے ستارے نور پاش ہوتے رہے۔ ایسی ہی ایک شخصیت مولینا ابواللیث اصلاحی مرحوم کی تھی۔ مدرسہ اصلاح میں ان کا بڑا مقام تھا لیکن ان کی صلاحیتیں جب تحریک اسلامی کو حاصل ہوئیں تو وہ ہندوستان بھر کی ایک ممتاز شخصیت بن گئے اور ان کی سادگی' درویشی اور خدا پرستی اور انسان دوستی اور حکمت و تدبر کی کرنیں ہر طرف پھیلنے لگیں۔ یہاں تک کہ جب وہ لاکھوں دلوں کی دھڑکن بن گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیائے امتحان سے اٹھا لیا اور ایک تازہ دم صاحب صلاحیت کو ان کی جگہ امتحان زندگی کے علاوہ امتحان عاشقی میں ڈال دیا۔

میں اس ماہنامے کے خاص نمبر کو چند سطری عبارت کے ذریعے بھی متعارف کرا سکتا تھا' مگر یہ نمبر چونکہ مولانا ابواللیث کی ذہنی' قلبی اور اخلاقی خوبیوں کو جاننے کا ایک اچھا ذریعہ ہے اس لیے قدرے تفصیل سے بات ہو گی۔ میں ذاتی طور پر اس کا بہت خواہاں رہا کہ مولانا ابواللیث سے بالمشافہ رابطہ کے ذریعے ان کی علمی اور تحریکی زندگی کا کچھ علم حاصل کروں۔ مگر سرسری ملاقات سے آگے بڑھنے کا موقع ہی نہ ملا۔ اب میں نے اس خاص نمبر کو بغور تفصیل سے دیکھا اور یہ جاننے کی سعی کی کہ مرحوم میں بڑائی کا کیا جوہر تھا؟ چند اشارات (اقتباسات) آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

خاص نمبر کے اداریہ "دانائے راز" کا ایک جملہ:

"وہ سمندر سے زیادہ گہرے اور ہمالیہ سے زیادہ ٹھوس تھے"

مزید: "جماعت کا جو شورائی نظام ہے' اس میں ہر ایک اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے اور اس میں اس بات کی گنجائش کم رہتی ہے کہ کوئی اپنی بات من چاہے طریقے سے منوالے۔ لیکن اس میں یہ گنجائش ضرور رہتی ہے کہ کوئی بھی فرد ایک مسئلہ اٹھا کر اس پر دلائل فراہم کر کے اور فوری طور پر لوگوں کو مطمئن کر کے اس کے مطابق

فیصلہ کرا لے۔"

برصغیر کی تقسیم کے نتیجے میں جماعت اسلامی بھی ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو تقسیم ہو گئی۔ ایک حصہ پاکستان میں اور دوسرا ہندوستان میں۔ طارق فار قلیط فلاحی صاحب نے لکھا ہے کہ:

"اگر یہ کہا جائے تو خلاف واقعہ نہ ہو گا کہ صفِ اوّل کے افراد پاکستان چلے گئے۔ اور ہندوستان میں کچھ ارکان' کارکنان اور متّفقین بچ گئے ------ یہاں جو لوگ موجود تھے ان میں قائدانہ صلاحیتیں اور اجتہادی قوتیں تقریباً نہیں کے برابر تھیں۔ ایسے علمائے کرام بھی تھے جو قرآن و حدیث پر گہری نظر رکھتے تھے' لیکن فیلڈ میں اترنے کی ہمت ان میں نہیں تھی ...... مرکزی نظم ختم ہوگیا تھا...... تاہم یہاں کے رفقاء کے اندر یہ بات اوّل روز ہی سے موجود تھی کہ یہ کام جو شروع ہوا ہے' اس کو جاری رہنا چاہیے"

لیکن ساتھ ہی وہ مابعد تقسیم کے منظر کو بیان کرتے ہیں کہ :

"قتل کے خون سے زمین کا سینہ سرخ ہوگیا' آہ و فغاں سے فضا کانپ اٹھی۔ بلا مبالغہ ہزاروں افراد (بلکہ لاکھوں۔ راقم ہذا) تہ تیغ کیے گئے اور سینکڑوں بستیاں اجاڑی اور جلائی گئیں۔ ایسے حالات میں ایمان پر باقی رہنا اور اپنے آپ کو مسلمان کہنا ایک بڑی بات تھی' چہ جائیکہ کوئی تحریک چلائی جائے۔ ...... ایک طبقہ ایسا بھی وجود میں آیا جو اگرچہ بہت قلیل تھا' جس کا کہنا تھا کہ اب ہندوستان کے حالات تحریک اسلامی کے لیے مفید نہیں رہے اس لیے ..... تبلیغی جماعت کے خطوط پر کام شروع کر دینا چاہیے۔" (ایسے لوگ ہمیشہ پائے جاتے ہیں کہ کسی مشکل یا تاخیر کار کو دیکھ کر فوراً اس طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ تحریک کے نظامِ کار کو بدل دیا جائے۔ مگر ایسے لوگ تاریخ کے دامن کو ہمیشہ داغ دار کر کے رسوا ہوتے ہیں ---- راقم سطور ہذا)

کچھ لوگوں کی رائے یہ تھی کہ مولانا مودودیؒ پاکستان ہی سے رہنمائی کرتے رہیں اور بھارت میں کسی نئے امیر کے بجائے ایک قیم مقرر کر دیا جائے جو مولانا مودودیؒ کی ہدایات کے مطابق کام چلائے۔

مگر اس طرح کی باتوں کو درکنار رکھتے ہوئے ۱۶ ر ۱۷ر ۱۸ اپریل ۱۹۴۸ء کو ایک اجتماع بھارتی نظم جماعت کے مسئلے پر غور کرنے کے لیے بلایا گیا۔ تقریباً ۲۷ افراد مدعوئین تھے۔ ایجنڈے میں مرکز جماعت اور امیر کے انتخاب کے لیے دو مسئلے اہم تھے۔ اس اجتماع میں مولانا مودودیؒ اور

مولانا ابواللیث کے درمیان جو خط و کتابت ہوتی رہی تھی اس کو پڑھ کر سنایا گیا۔ پُر اضطراب ماحول میں طرح طرح کے اعتراض اٹھے' مگر بالآخر بعد دوپہر کی نشست میں ۱۶ اپریل بروز جمعہ انتخاب امیر کا مسئلہ موضوع بن گیا۔ چند نام تجویز کیے گئے۔ آخری مرحلے پر مولانا اختر احسن صاحب نے مولانا ابواللیث اصلاحی کا نام پیش کیا' حسنین سید صاحب نے تائید کی' تھوڑی سی گفتگو کے بعد اسی نام پر اتفاق ہو گیا۔

اب میں چند باتیں مختصراً ان کی دینداری اور سیرت کے بارے میں عرض کرتا ہوں۔ مولانا محمد سلمان قاسمی بتاتے ہیں کہ چند مخیر اصحاب نے مولانا کی خدمت میں عرض کیا' ہمیں معلوم ہوا ہے کہ جماعت کے بیت المال کی پوزیشن اچھی نہیں ہے' اس لیے ہم ایک رقم پیش کرتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا۔

"پہلے تو یہ بتایئے کہ ہمارے بیت المال کا راز آپ کو کیسے معلوم ہوا ہے دوسری بات یہ ہے کہ یہ رقم جو آپ لائے ہیں حلال کمائی کی ہے؟ ان دونوں باتوں کے صحیح جوابات کے بغیر ہم یہ رقم نہیں لے سکتے؟"

یہ ہے کسی اسلامی تحریک کے سربراہ کی شان! مزید ملاحظہ ہو! وہی راوی بتاتے ہیں کہ جب پولیس کا عملہ:

"سردیوں کے زمانے میں سحر کے وقت آپ کو گرفتار کرنے اور مکان کی تلاشی کے لیے آپ کے مکان میں داخل ہوا تو یہ دیکھ کر کہ آپ کی چارپائی پر پیال بچھا ہوا ہے' حیرت میں پڑ گیا۔"

مولانا محمد سلمان قاسمی نے یہ روایت بھی کی کہ:

"میں نے ایک صاحب کے سامنے پوچھا' مولانا! دینی جماعت کی قیادت غیر عالم دین کے ہاتھ میں چلی جائے تو جماعت کا کیا ہو گا۔ بڑی حسرت سے فرمایا: ایسا پاکستان میں ہو گیا۔ مصر میں ہو گیا' کچھ لوگ ہندوستان میں بھی یہی چاہتے ہیں۔"

شمس پیرزادہ بتاتے ہیں:

"ان میں احساس برتری بالکل نہیں تھا شوریٰ کی نشستوں میں اپنے خیالات کا اظہار سب سے اخیر میں فرماتے اور اس طرح فرماتے کہ غرۂ علم کا ادنیٰ شائبہ بھی نہ ہوتا۔"

نیز:

مولانا نمائشی کام کبھی پسند نہیں کرتے تھے اور جماعت کے اندر انہوں نے کبھی نمائشی

کاموں کی حوصلہ افزائی نہیں کی۔ پروپیگنڈا ٹائپ کی چیزوں سے بھی وہ سخت احتراز کرتے تھے۔ ظاہرداری کے مقابلہ میں ان کی نگاہیں باطنی اوصاف پر ہوتیں۔"

مرحوم کی صاحبزادی ساجدہ بتاتی ہیں کہ:

"ہمیشہ ایک تہائی شب میں بیدار ہو جاتے اور بعد نماز تہجد انتہائی خشوع و خضوع اور گریہ و زاری کے ساتھ دعا و توبہ و استغفار میں مصروف رہتے"۔

وہ بتاتی ہیں کہ دوسری بار جب ان کا انتخاب کیا گیا تو والدہ کے انتقال کے بعد گھر کے حالات بہت پیچیدہ تھے۔ دو تین دن اپنی مشکلات اور جماعتی ذمہ داری کے سلسلے میں پریشانی ظاہر کرتے رہے۔

"ایک رات ان کو بالکل نیند نہ آسکی اور رات ایک دو بجے کے قریب مسجد چلے گئے' لہٰذا انہوں نے پوری رات نماز دعا اور استخارہ کرنے میں گزاری ۔ اس کے بعد صبح تک امارت کی ذمہ داری اٹھا لینے پر اپنے آپ کو آمادہ اور مطمئن محسوس کرتے۔"

انہوں نے یہ اظہار بھی کیا کہ پوری جماعت کا مطالبہ ہے اور میں اگر اس کام کو کر سکتا ہوں تو خدا کے ہاں کہیں اس پر جواب طلبی نہ ہو جائے کہ تم نے اس ذمہ داری سے گریز کیوں کیا۔

محمد شعیب مدنی بتاتے ہیں کہ:

"۵ دسمبر ۹۰ء دس بجے دن مولانا اس دار فانی سے کوچ کر کے اپنے رب سے جا ملے۔ انتقال کے نصف گھنٹہ قبل بھی دو رکعت نماز ادا کی تھی۔ مولانا کے آخری کلمات یہ ہیں "نماز پڑھ لوں"۔

مولانائے مرحوم کی دو علمی آرا' سلطان احمد اصلاحی بیان کرتے ہیں' ان میں سے ایک عرض ہے۔ مولانا سے علامہ فراہیؒ کی تفسیر سورۃ ابابیل کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ تَرْمِیھِمْ کا مرجع ابابیل کے بجائے اہلِ مکہ کو قرار دیتے ہیں۔ فرمایا:

"اجی' مجھ کو تو مولانا فراہیؒ کی یہ رائے ان کی بالکل اپج معلوم ہوتی ہے۔"

کہنے کی بہت سی باتیں ہیں مگر ؎

دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار

(ن - ص)

داعی اور دعوت کا کام: از محمد موسیٰ بھٹو۔ ملنے کا پتہ: سندھ نیشنل اکیڈمی، پوسٹ بکس نمبر 258، حیدر آباد (سندھ۔ پاکستان)۔ کاغذ اور کتابت و طباعت کا عام سا معیار۔ دبیز سادہ رنگین ٹائیٹل۔ قیمت ۳۰ روپے۔

محمد موسیٰ بھٹو قومی اور دینی مسائل کے لیے سوچنے اور لکھنے کا جذبہ خاص رکھتے ہیں۔ بالعموم ان کی کتابوں کی قدر کی جاتی ہے۔ مگر نہ جانے کیا بات ہے کہ ان کی اس کتاب کو میں نے پڑھا اور اس کا جو نصف حصہ بطور اصل "کیس" کے خود پیش کیا ہے، اس میں نہ تو کوئی ترتیب ملی، نہ یہ سمجھا جا سکا کہ کس بات کا رخ کس طرف ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ کچھ خاص جذبات و احساسات ہیں، دعوت حق کا کام کرنے والوں کے متعلق، جنہیں بتکرار پیش کر دیا گیا ہے۔ ان کی نیت اچھی ہو گی مگر بات بنی نہیں۔ ہاں چند اصحاب کو اپنے خیالات اور لٹریچر سے آگاہ کر کے خطوں کے جو جوابات حاصل کیے گئے ہیں وہ کتاب کا دوسرا دلچسپ حصہ ہیں، مگر ان میں طرح طرح کے جواب ہیں، یعنی پھر وہی انتشار!

آپ نے دیکھا ہو گا کہ صحرا میں اگر کہیں ذرا سی نمی پاکر کھجور کا کوئی درخت اگ آئے تو اس کے آس پاس نہ صرف جھاڑیاں، بوٹیاں، سرکنڈے اور گھاس وغیرہ بھی نمودار ہو جاتے ہیں بلکہ بعد میں کھجور کے مزید درخت سربلند کرتے ہیں۔

یہی مثال دعوت اسلامی کی ہے۔ اس کام کی طرف پوری توجہ نہیں تھی تو مولانا مودودیؒ نے اسلامی دعوت برائے تحریک اقامت دین کا آغاز کیا۔ دوسری طرف مولانا محمد الیاس صاحب نے ایک اور طرز سے تبلیغ کا کام کرنا شروع کر رکھا تھا۔ اہل تبلیغ تو بحثوں اور وضاحتوں سے بے نیاز رہ کر کام کرتے رہے کیونکہ اوپر دیو بند کا سایہ تھا۔ مگر مولانا مودودیؒ کی قائم کردہ جماعت اسلامی برائے دعوت الی اللہ وسعی اقامت دین ہر طرف سے نشانہ بن گئی۔ کسی نے کہا دین کو تحریک نہیں کہا جا سکتا۔ کسی نے کہا دین کی اقامت کا مفہوم ہی غلط لیا گیا ہے، کسی نے کہا آخر نظام کی اصطلاح قرآن و حدیث میں کہاں درج ہے۔ پھر کہا گیا کہ جس تحریک کا سیاسی پہلو بھی ہو وہ دعوت کا کام نہیں کر سکتی، سیاسی کوشش غلط ہے۔ سیاسی اقتدار البتہ خدا تعالیٰ بطور انعام دے سکتا ہے۔ سیاسی رجحان موجود ہو تو روحانیت نہیں رہ سکتی۔ یہ ساری روئیدگی کھجور کے درخت کے گرد ہو رہی تھی جو صحرا میں اگ کر بڑا ہوتا گیا۔ پھر کھجور کے اور پودے بھی آس پاس ابھرنے لگے۔ کسی نے کہا تعبیر کی غلطی ہو گئی تھی، ہم اب نئی تعبیر کرتے ہیں۔ کسی نے کہا کام انقلابی شروع ہوا تھا، اب انتخابی بن گیا ہے، لہٰذا ہم انقلاب اٹھانے کے لیے الگ مورچہ بناتے ہیں۔

ایک زمانے میں اصلاحی محاذ بھی تھا' اس کا شاخسانہ اب بھی ہے' پھر اس کے بالمقابل ایک اور ذیلی سکول اختلاف کرنے والا بھی ہے۔ مولانا ابو الحسن علی (تبلیغی جماعت) اور مولانا عبدالوحید خاں نے اپنا راستہ اس فلسفے کے تحت الگ کیا کہ مسلمان تبلیغ کرنے کے بجائے دوسروں سے ٹکرا جاتے ہیں اور نقصان اٹھاتے ہیں۔ امام حسینؓ سے لے کر تحریک مجاہدین تک ساری تاریخ دعوت اسلامی پٹڑی سے اتر گئی۔ اب انہوں نے پھر سے اسے پٹڑی پر چڑھانے کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ ہمارے بھائی محمد موسیٰ بھٹو موخر الذکر دو مدرسہ ہائے فکر سے متاثر ہیں۔ اس لیے دعوت اسلامی کا اصل راستہ ان کی سمجھ میں نہیں آتا۔

بھٹو صاحب کہتے ہیں کہ داعی میں کبر نہیں ہونا چاہئے' محبت و انکسار ہونا چاہئے' اسے دوسروں کو غلط کہنے سے بچنا چاہئے' سیاست کو دعوت کے ساتھ جمع نہیں کرنا چاہئے۔ اس کام کو نظام اور تحریک بنا کر کرنے سے تعلق باللہ پوری طرح حاصل نہیں ہوتا' خشیت و تقویٰ کی راہیں نہیں کھلتیں اور تفرقہ کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا۔

ادھر محمد موسیٰ بھٹو اس بات پر بھی سخت پریشان ہیں کہ "جدید تہذیب کا بڑھتا ہوا سیلاب تو ہماری نئی نسلوں کا سارا دین و ایمان غارت کر رہا ہے ---- ضرورت ہے کہ ہم تہذیب جدید کے چیلنج کے مسئلے کو مسائل کی فہرست میں پہلی ترجیح دیں....."

کاش کہ پیش آمدہ مصیبت کو اس سے زیادہ واضح طور پر سمجھ کر داعیان حق یا انقلابیان اسلام کے فرائض کی صحیح وسعت کا اندازہ کرتے۔ اس طوفان کا مقابلہ عقائد کے میدان میں' علوم کے میدان میں' اور ادب کے میدان میں' صحافت کے میدان میں' سائنس اور اسلحہ کے میدان میں' اور اس طرح جمہوری اقتدار کے میدان میں کرنا ہو گا' ورنہ صرف کلمہ پڑھا کر تو اس طوفان کا رخ نہیں موڑا جا سکتا۔ (ن - ص)

بقیہ : حکمت مودودیؒ

ہے۔ اس کے برعکس جو شخص اس کام میں شریک ہونے کے بعد بھی کسی حال میں چھوٹا بننے پر راضی نہ ہو' اور اطاعت کو اپنے مرتبے سے گری ہوئی چیز سمجھے یا حکم کی چوٹ اپنے نفس کی گہرائیوں میں محسوس کرے اور تلخی کے ساتھ اس پر تلملائے یا اپنی خواہش اور مفاد کے خلاف احکام کو ماننے میں ہچکچائے' وہ دراصل اس بات کا ثبوت پیش کرتا ہے کہ ابھی اس کے نفس نے اللہ کے آگے پوری طرح سرِ اطاعت خم نہیں کیا ہے اور ابھی اس کی انانیت اپنے دعووں سے دست بردار نہیں ہوئی ہے۔